بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں اور موجودہ سیاہ جھنڈوں میں فرق:

اس تناظر میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کا انکار کرنے والے حضرات اس بات کی طرف توجہ دیں کہ بنو امیہ سے حکومت لینے کا حق بنو عباس کو تھا یا نہیں؟ اس سے قطع نظر اگر اس زمانے کے حالات اور موجودہ صورت حال کا موازنہ کیا جائے، تو دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

ا۔ بنو امیہ اور بنو عباس میں اختلاف سلطنت کے حصول کے لیے تھا اور اس میں ایک فریق کو سلطنت دینے کے لیے سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بیان کر کے لوگوں کو یہ زعم کرانا مقصود تھا کہ مشرق سے اٹھنے والے سیاہ جھنڈوں میں آگے جا کر امام مہدیؑ کا ظہور ہو گا۔

یہ طرز چونکہ شرعی اعتبار سے درست نہیں تھا اور اس زمانے میں ان روایات کا مقصد یہی ہوتا تھا، اس وجہ سے ان روایات کو بیان کرنے سے علمائے حق توقف

کرتے تھے۔

اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں والی روایات سے مقصود رائج اسلامی سلطنتوں میں سے کسی ایک سے حکومت چھین لینا مقصود نہیں تھا، بلکہ ان جھنڈوں کا عرب سے آکر سرزمینِ افغان پر قابض روسی افواج کے خلاف جہاد کرنا تھا، جس کے جواز کا اس زمانے میں کوئی عربی یا عجمی مفتی، عالم اور عام مسلمان بھی منکر نہیں تھا۔

۲۔ بنو عباس کے سیاہ جھنڈے اپنی نسلی تفاخر اور عصبی فوقیت کی خاطر اہل بیت پر ہونے والے مظالم کو استعمال کر کے اپنی حقِ خلافت کو ثابت کرتے تھے۔

جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عرب ممالک سے افغانستان آنے کا مقصد اسلامی سرزمین سے کفار کے ظلم کا دفاع تھا، محض اخلاص اور للّٰہیت کی خاطر افغانستان پر قدم رکھا گیا۔

بلکہ موجودہ سیاہ جھنڈوں کا مقصد نسلی تفاخر کو ختم کر کے عصبیت کے نعروں کو مٹانا تھا اور ان کا مقصد اپنے لیے حق خلافت لینا نہیں تھا، بلکہ اہل بیت میں سے آنے والے امام مہدی کے لیے بطور تمہید اپنا شرعی فریضہ سرانجام دینا تھا۔

۳۔ بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں نے اہل بیت کے نام حاصل ہونے والی سلطنت میں اہل بیت کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، جس کی وجہ سے کئی جلیل القدر فقہائے کرام محدثین عظام اور علمائے حق کو قید و بند اور قتل کیا گیا۔

جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے نہ علمائے کرام فقہاء اور دیندار لوگوں کی قدر کرتے ہیں، بلکہ اہل بیت کے حقوق کے نام پر رائج بعض زندیق اور بدعتی گروہوں کی بھی مخالفت کرتی ہے۔

۴۔ بنو عباس کی خلافت کا مقصد بیت المقدس کو آزاد کرانا مقصود نہیں تھا، بلکہ بیت المقدس کی ایلیاء پر تو سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں اسلام کا جھنڈا لہراتھا۔

اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے قبلۂ اول میں یہودی آباد کاری اور فلسطینی مسلمانوں کو قتل کرنے اور بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالخلافۃ بنانے کے خلاف مسلمانوں کے اس سر زمین کو یہودیوں سے آزاد کرانا تھا۔

۵۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے درحقیقت اپنی اختیار سے سرزمینِ خراسان کی طرف نہیں آئے، بلکہ تکوینی طور پر جہاد فرض ہونے کی وجہ سے آئے، جب کہ بنو عباس کے جھنڈے محض اپنی اختیار سے بادشاہت کے حصول کے لیے خراسان آئے تھے۔

سیاہ جھنڈوں کا مقصد کیا؟

۱۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد حرمین شریفین اور بیت المقدس پر یہود وعیسائیوں کی آمد کے خلاف جدوجہد کر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنا ہے، جو کہ مستقل دینی شعبہ اور اسلامی حمیت ہے۔

۲۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عملی میدان افغانستان، فلسطین، عراق وشام، کشمیر اور برما کے مسلمانوں پر رائج مظالم کو ختم کرنا ہے، جن کے لیے انہوں نے اپنے جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

۳۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط میں حصہ لینے والے عرب ممالک نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مسلمانوں کے سروں سے خلافت کا سایہ ختم کر دیا، موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد اسی خلافت کا احیاء ہے۔

۴۔ پوری دنیا کے مسلمانوں پر قرآن وسنت کے بجائے طاغوتی نظام رائج ہو چکا ہے، جس میں نہ تو مسلمانوں کی جان محفوظ ہے اور نہ ہی ان کی مال وعزت، بلکہ اب تو بلاد الحرمین میں کھلم کھلا فحاشی عریانی اور کفری نظام لانے کے لیے ایک منظم ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ دینے کے لیے نظریہ جہاد کو زندہ کرنا ہے۔

۵۔ مسلمانوں پر ایک امیر کا مقرر ہونا فرض کفایہ ہے، یعنی اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اس مقصد کو پورا کرے گی تو دوسرے مسلمانوں سے یہ فریضہ ساقط ہو گا لیکن اگر مسلمانوں مکمل طور پر اپنے اس فریضے سے غفلت برتیں گے، تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد، مظلوم مسلمانوں کی کسمپرسی کو اپنی مقدور بھر استطاعت کے مطابق ختم

کرنے کے لیے مسلمانوں کے سروں پر ایک اسلامی امارت تشکیل دینا ہے۔ تاکہ امت میں تفرقہ اور اختلاف کو ختم کیا جائے۔

سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے لیے اصول:

۱۔ مذکورہ بالا امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے بارے میں بنوعباس کے تاریخی تناظر میں ذکر کی جانے والی اصول حدیث کی عللِ خفیہ سے قطع نظر کر کے متاخرین محدثین مثلاً علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ہیثمیؒ کے آراء کو لے کر ان روایات کو اصول حدیث، جرح و تعدیل اور روایت و درایت کے سامنے پیش کیا جائے اور ان اصول کی روشنی میں کتاب الفتن کے دیگر روایات کی طرح سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بھی ظنی محتمل تطبیقی تشریح کی اجازت دے دی جائے۔

۲۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے ظہورِ مہدی سے متعلق متفقہ صحیح روایات کی روشنی میں علامات کی تشریح میں ان روایات کو بھی ایک امکانی حد تک تسلیم کیا جائے۔

۳۔ شاذ، منکر، شدید ضعیف اور موضوع روایات کے علاوہ دیگر ضعیف روایات کے بارے میں چونکہ کبار محدثین کی رائے فضائل اور ترغیب و ترہیب میں بیان کرنے کی ہے، لہٰذا مذکورہ اصول کی روشنی میں ان روایات کو قبول کیا جائے۔

۴۔ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات پر یہ اشکال بھی کیا جاتا ہے کہ ان روایات کے معنیٰ میں باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے کہیں ان روایات کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان میں رینگتے ہوئے بھی شرکت کرنی چاہیے اور کہیں یہ ذکر ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے بچنا چاہیے۔ ایسے ہی کئی روایات میں یہ تذکرہ ہے کہ سیاہ جھنڈے گمراہی کے داعی ہیں اور بہت سے روایات میں ان جھنڈوں کو ہدایت یافتہ جھنڈے کہا گیا ہے۔ ایسے ہی انہی سیاہ جھنڈوں کو گمراہی، فسق اور کفر کہا گیا ہے۔

۵۔ نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں قیامت تک آنے والے حالات کے لیے ہیں، ان میں مسلمانوں کے لیے واضح طور پر رہنمائی موجود ہے، تاہم کون سی روایت کس زمانے سے متعلق ہے، اس کے لیے روایت کے معنیٰ و مفہوم پر دقت کے ساتھ توجہ اور حالات حاضرہ کے نشیب و فراز پر گہری نظر رکھنا لازم ہے، جس کے بعد یہ بات
واضح ہو جاتی ہے کہ کون سی روایت کس زمانے کے ساتھ متعلق ہے۔

ایسے ہی صرف سیاہ جھنڈے اٹھا کر کامیابی کا نعرہ لگانا حق کی علامت اور نشانی نہیں، بلکہ حقانیت کے لیے قرآن و سنت، خلفائے راشدین، اہل بیت، ائمہ عترت اور صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تفریق محبت اور ان کے منہج کی اتباع لازمی ہے، لہٰذا صرف قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کی محبت اور اتباع کا نعرہ لگا کر اہل بیت و عترت کو چھوڑنا جس طرح مکمل دین نہیں، ایسے صرف قرآن و سنت اور اہل بیت و عترت سے محبت کا دعویٰ کر کے صحابہ کرامؓ کی میں تفریق کرنا گمراہی ہے۔

اس لیے سیاہ جھنڈوں کا منہج اس وقت درست ہو گا، جب مکمل دین پر عمل پیرا ہو۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے، تو جس قدر منہج اور عمل میں کمی ہو گی، اتنی ان کی صحت و سقم پر بھی اثر پڑے گا۔

۶۔ جس طرح دیگر دینی جماعتوں، اسلامی تنظیموں اور مسلم ممالک کے لیے مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے دوستی جائز نہیں ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے یہ عمل درست نہیں، اگر کسی ملک، جماعت اور تنظیم کا عمل اس طرح ہو گا، تو جس طرح اس کی صحت و سقم پر اثر مرتب ہو گا، ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کا یہ عمل بھی قابلِ گرفت ہو گا۔

۷۔ جس طرح دینی جماعتوں اور مسلم ممالک کی مال، عزت اور خون کی قدر و قیمت عام انسانوں کے لیے ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے بھی یہی اصول ہے، کوئی بھی

اس افراط و تفریط کا مظاہرہ کرے گا، تو اس کی کارکردگی اور اعتدال پر حرف ضرور آئے گا۔

۸۔ کتب صحاح میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق عام طور پر سیدنا علیؓ، سیدنا ابو ہریرۃؓ اور حضرت ثوبانؓ کی روایات بیان کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبانؓ کی حدیث پر اعتراضات اور ان کا جواب:

حضرت ثوبانؓ کی حدیث یہ ہے:

۱۔حدثنا محمد بن يحيى، وأحمد بن يوسف، قالا: حدثنا عبد الرزاق، عن سفيان الثوري، عن خالد الحذاء، عن أبي قلابة، عن أبي أسماء الرحبي، عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يقتتل عند كنزكم ثلاثة، كلهم ابن خليفة، ثم لا يصير إلى واحد منهم، ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم» - ثم ذكر شيئا لا أحفظه فقال - فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي "

حضرت ثوبانؓ کی اس روایت پر سند اور متن دونوں اعتبار سے اعتراض کی جاتی ہے، جب کہ یہ روایت امام احمدؒ اور امام بزارؒ نے اپنی مسند میں، امام ابن ماجہؒ نے سنن میں، امام حاکمؒ نے دلائل النبوۃ میں، امام ابو عمرو الدانی نے الفتن میں اور رویانی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

الف: مسند احمد کی روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ شریک بن عبد اللہ عن علی بن زید بن جدعان عن أبی قلابۃ کے طریق سے مروی ہے۔ اور ابو قلابہ نے حضرت ثوبانؓ سے کوئی روایت نہیں سنی، لہذا یہ سند منقطع ہے [تہذیب الکمال، ج ۱۴ ص ۵۴۶، باب العین، باب من اسمہ عبد اللہ بن زید] اور اس سند میں علی بن زید بن جدعان ہے جو ضعیف ہے [العلل المتناہیۃ، ج ۲ ص ۳۷۷، کتاب الملاحم والفتن، رقم: ۱۴۴۵]

ب: سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں اگرچہ زید بن علی بن جدعان اور انقطاع کی علت نہیں ہے، تاہم اس طریق میں خالد الحذاء عن أبی قلابہ عن أبی أسماء الرحبی عن ثوبانؓ کو امام ابن علیہؒ اور امام احمدؒ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے: العلل للامام أحمد بروایۃ ابنہ، رقم: ۲۴۴۳۔ الضعفاء للعقیلی، ترجمہ: خالد بن مہران الحذاء، رقم: ۴۰۳۔ المنتخب من علل الخلال لابن قدامۃ، رقم: ۱۷۰]

ج: امام بیہقیؒ کی روایت میں عبد الرزاق عن الثوری، در حقیقت امام عبد الرزاق کی تفرد ہے۔

حضرت ثوبانؓ کے متنِ حدیث پر اعتراض:

حافظ ابن رجبؒ اس حدیث کے ضعف کو کئی حفاظِ حدیث سے نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "اگر بالفرض یہ حدیث درست بھی ثابت ہو جائے، تب اس کا مصداق سلطنت عباسیہ کے قیام کے لیے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ کا آخر بنو اُمیہ اور ان کے متبعین کو قتل کر کے عظیم خونریزی قائم کرنا تھا، جو واقع ہو چکا ہے۔" یعنی ان کے مطابق جب ایک حدیث ضعیف ہونے کے باوجود صرف ایک خبر پر دلالت کر رہا ہے، جو واقع ہو چکا ہے، لہذا اب مزید کود کرید کی کیا ضرورت؟!!

اور اس کے بعد امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کو نقل کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ان روایات کی صحت مشکوک ہے۔[دیکھئے: مجموع رسائل ابن رجب، ج۳ص ۲۶۴/۲۶۶]

مذکورہ اعتراضات کے جوابات:

الف: مسند اُحمد کی سند میں اگرچہ شریک بن عبد اللہ، عن علی بن زید بن جدعان عن ابی قلابۃ عن ثوبان کی طریق میں انقطاع کا اعتراض ہوتا ہے کہ ابو قلابہ کا حضرت ثوبانؓ سے سماع ثابت نہیں اور زید بن علی بن جدعان ضعیف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں یہی روایت عن اَبی قلابۃ عن اَبی اُسماء الرجبی کی طریق متصل ثابت ہے، جب کہ علی بن زید بن جدعان کے علاوہ بھی یہی روایت سنن ابن ماجہ، دلائل النبوۃ للبیہقی اور مسند بزار میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے۔

ب: امام احمدؒ، امام ابن علیہؒ اور دیگر محدثین نے اگرچہ اس سند کو خالد الحذاء کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، تاہم دیگر کئی محدثین مثلا امام بزارؒ نے اس سند کو صحیح کہا ہے، اور امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے، اگرچہ امام حاکمؒ کی سند میں محمد بن ابراہیم بن اُرومہ کے علاوہ تمام رواۃ ثقہ ہیں، لیکن یہی روایت اس راوی کے بغیر حاکم اور دلائل میں مروی ہے۔

جہاں تک امام احمدؒ، امام ابن علیہ اور دیگر محدثین کا علتِ ظاہرہ کے علاوہ علت خفیہ کے حوالے سے اشکال ہے، تو وہ متن پر کلام کے ذیل میں آجائے گا۔

ج: امام بیہقی کی سند میں اگرچہ عبد الرزاق عن الثوری کا تفرد ہے، تاہم یہی سند امام حاکمؒ نے بھی عبد الرزاق عن الثوری کے طریق سے نقل کیا ہے، جس سے امام بیہقی کا تفرد ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ثوبانؓ کی متن حدیث پر اعتراض کا جواب:

حافظ ابن رجبؒ کے کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس حدیث پر اگرچہ ان کے نزدیک بھی صحت کے آثار کچھ نہ کچھ ظاہر ہو رہے ہیں، لیکن بنو عباس کا بنو امیہ سے حکومت چھین لینے اور وہاں اس حدیث سے استدلال کر کے عظیم قتلِ عام برپا کرنے وجہ سے وہ اس حدیث کو محل استدلال ٹھہرانے سے نالاں ہیں۔

لیکن اگر کفری طاقتوں کا اس زمانے میں بلاد الحرمین پر آنا ہوتا اور اسلامی ممالک پر کفر کا کنٹرول اس طرح ہوتا جیسا کہ موجودہ دور میں ہے، تو حافظ ابن رجبؒ اس علت خفیہ میں امام احمد وغیرہ محدثین کی اتباع نہ کرتے۔
واضح رہے کہ حدیث کا ضعف کا سخت نہ ہو اور واقع بھی اس کی تائید کر رہا ہو، تو پھر اس حدیث کا مصداق آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی محلِ استشہاد نہ ٹھہرائے اور کفر سے قتال نہ کرنے کے لیے یہ بہانہ تراش لیا جائے کہ چونکہ یہ جہاد سیاہ جھنڈے کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں وارد احادیث ضعیف ہیں لہذا میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ یہ دلیل نہایت ہی بودا ہے۔ واللہ اَعلم بالصواب